Allama Iqbal Open University AIOU BS solved Assignment NO 1 Autumn 2025 Code 9006 Literature of Pakistani Languages

سوال نمبر *1:* پنجابی شاعری کے مختلف ادوار پر سیر حاصل نوٹ تحریر کیجیے۔

پنجابی شاعری کا تعارف

پنجابی شاعری برصغیر کی سب سے قدیم اور دل کو چھو لینے والی ادبی روایتوں میں سے ایک ہے۔ یہ شاعری نہ صرف زبان کے حسن اور مٹھاس کی نمائندہ ہے بلکہ پنجابی تہذیب، رسم و رواج، عقائد، جذبات، محبت، قربانی، روحانیت اور انسانی تجربات کی عکاسی بھی کرتی ہے۔ پنجابی شاعری نے اپنے آغاز سے لے کر آج تک کئی ارتقائی مراحل طے کیے ہیں۔ ان ادوار میں زبان کی ساخت، موضوعات، اسلوب، فکری رجحانات، اور شعری انداز میں

نمایاں تبدیلیاں آتی رہیں۔ پنجابی شاعری کو مجموعی طور پر چند بڑے ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے جن میں **ابتدائی دور، صوفیانہ دور، قصیدہ و داستانی دور، رومانوی دور، اصلاحی و قومی دور، اور جدید دور** شامل ہیں۔

پہلا دور: ابتدائی یا قدیم دورِ پنجابی شاعری *(بارہویں سے چودھویں صدی)*

پنجابی شاعری کا آغاز بارہویں صدی کے قریب ہوا جب پنجابی زبان نے ادبی اظہار کے طور پر ترقی کرنا شروع کیا۔ اس دور میں شاعری کا بنیادی مقصد **روحانیت، مذہب، اور اخلاقی تعلیمات** کا پرچار تھا۔ ہندومت، اسلام اور تصوف کے اثرات نے اس عہد کی شاعری کو گہرائی بخشی۔

نمایاں خصوصیات:

- زبان سادہ، عوامی اور دل کو لگنے والی تھی۔

- مذہبی اور روحانی افکار پر زور دیا گیا۔

- نیکی، سچائی، اور خدا کی محبت بنیادی موضوعات تھے۔

- شاعری میں خطبہ، دعا، مناجات اور حکایات کا رنگ نمایاں تھا۔

اہم شعرا:

- **بابا فرید گنج شکر *(1173–1266)*:** پنجابی شاعری کے اولین صوفی شاعر جنہوں نے عوامی زبان میں انسان دوستی، فانی دنیا، اور تقویٰ کا پیغام دیا۔

  ان کے اشعار آج بھی "گرو گرنتھ صاحب" میں شامل ہیں۔

  ان کی شاعری میں درد، عاجزی اور روحانیت کی خوشبو پائی جاتی ہے۔

نمونۂ خیال:

"فریدا کھٹیے دن چار، ہت نہ ہووی کج۔

جیویں بن بُوٹی جل مرا، اوہ وی تھاویں رُج۔"

دوسرا دور: صوفیانہ یا روحانی دور (چودھویں سے سترہویں صدی)

یہ پنجابی شاعری کا سنہری دور سمجھا جاتا ہے۔ اس زمانے میں تصوف کا اثر پورے برصغیر میں پھیل چکا تھا۔ صوفی شعرا نے انسانیت، مساوات، محبت، اور روحانی بیداری کے پیغام کو شاعری کے ذریعے عام کیا۔

اہم خصوصیات:

- عشقِ حقیقی، معرفت، اور خدا سے قربت کا بیان۔
- انسان کو خود شناسی اور اخلاقی طہارت کی دعوت۔
- مذہبی تنگ نظری کے خلاف پیغامِ انسانیت۔

- زبان میں سادگی اور معنوی گہرائی۔

اہم شعرا:

1. سلطان باہو (1628–1691):

ان کی شاعری کا مرکزی موضوع "عشق الٰہی" اور "خود شناسی" ہے۔

ان کے اشعار میں صوفیانہ وجد اور عشق کی شدت پائی جاتی ہے۔

"باہو باہُو کل عالم فانی، باقی اللہ دا نام۔"

2. بلھے شاہ (1680–1757):

بلھے شاہ نے مذہبی تعصب کے خلاف آواز اٹھائی۔ ان کی شاعری

انسانیت، محبت، اور مساوات کا پیغام ہے۔

"بلھا کیہ جاناں میں کون، نہ میں مومن وچ مسیتاں۔"

3. وارث شاہ (1722–1798):

ان کی تخلیق ہیر رانجھا پنجابی ادب کا شاہکار ہے جس میں عشقِ مجازی کے ذریعے عشقِ حقیقی کی رمز بیان کی گئی۔

خصوصی نوٹ:

اس دور میں شاعری کا مقصد صرف تفریح نہیں بلکہ روحانی تربیت اور اصلاحِ نفس تھا۔ عوام میں صوفی شعرا کی مقبولیت نے پنجابی زبان کو مذہبی اور ادبی دونوں حیثیتوں سے عزت بخشی۔

تیسرا دور: رومانوی اور داستانی دور (اٹھارہویں صدی)

اس دور میں پنجابی شاعری نے **عشق و محبت، قربانی، وفا، اور سماجی رشتوں** کے موضوعات کو اپنا لیا۔ داستانی شاعری نے پنجابی ادب میں ایک نیا رنگ بھرا۔

اہم خصوصیات:

- قصوں اور داستانوں کے ذریعے انسانی جذبوں کا اظہار۔
- عورت کے کردار کو مرکزی حیثیت دینا۔
- لوک روایات، رسم و رواج اور دیہی زندگی کی عکاسی۔
- عشقِ مجازی کے پردے میں روحانی پیغام۔

اہم شعرا:

1. وارث شاہ:

ہیر رانجھا میں محبت کو روحانی کمال کے درجے تک پہنچایا۔ اس میں پنجاب کی تہذیب، معاشرت اور اخلاقی اقدار کی جھلک ملتی ہے۔

2. ہاشم شاہ (1735–1843):

انہوں نے سیف الملوک اور سسی پنوں جیسے قصے تخلیق کیے جن میں عشق و وفا کی لازوال مثالیں دی گئیں۔

3. بلہ شاہ اور شاہ حسین:

ان کی شاعری نے رومانوی اور روحانی رنگوں کو یکجا کیا۔

اہم موضوعات:

عشق، سماجی ناانصافی، عورت کی قربانی، اور انسانی احساسات کی لطافت۔

چوتھا دور: اصلاحی اور قومی شعور کا دور (انیسویں صدی سے بیسویں صدی کے وسط تک)

انیسویں صدی میں جب برصغیر میں انگریزوں کی حکومت قائم ہوئی، تو پنجابی شاعری میں **قومی، سماجی اور اصلاحی** رجحانات پیدا ہوئے۔ شعرا نے قوم کو بیدار کرنے، غلامی سے نجات دلانے، اور اخلاقی اقدار کو مضبوط کرنے کی کوشش کی۔

اہم خصوصیات:

- قومی بیداری اور حب الوطنی کے جذبات۔
- مذہبی اتحاد، تعلیم، اور اصلاحِ معاشرہ کے موضوعات۔
- عوامی درد، محنت کش طبقے، اور کسانوں کے مسائل کا بیان۔

اہم شعرا:

1. خادم حسین فراق، پیر محمد، اور علامہ اقبال (پنجابی کلام):

اقبال نے پنجابی میں بھی قوم کو بیداری کا پیغام دیا۔

2. منشی غلام رسول عالمپوری:

ان کی شاعری میں ایمان، اخلاق، اور سادگی کی تلقین ملتی ہے۔

نمونۂ خیال:

"اپنی مٹی نوں پہچان، ایہہ تیری پہچان اے۔"

یہ دور قوم پرستی، آزادی، اور اصلاحِ معاشرہ کے جذبات سے لبریز تھا۔

پانچواں دور: جدید پنجابی شاعری (1947 کے بعد تا حال)

قیامِ پاکستان کے بعد پنجابی شاعری نے ایک نئے دور میں قدم رکھا۔ اب شاعری میں **جدید معاشرتی مسائل**، **طبقاتی کشمکش**، **انسانی حقوق**، **عورت کی آزادی**، اور **عالمی امن** جیسے موضوعات شامل ہونے لگے۔

اہم خصوصیات:

- جدید احساسات اور طرزِ اظہار۔
- آزاد نظم اور نثری شاعری کا آغاز۔
- روایتی موضوعات کے ساتھ فکری گہرائی۔
- دیہی اور شہری زندگی کی حقیقت پسندانہ عکاسی۔

اہم شعرا:

1. **شاہ حسین اور میاں محمد بخش (پرانے اثرات کے تسلسل میں):**

   ان کی شاعری روحانیت اور اخلاقیات کا سرچشمہ ہے۔

2. **منیر نیازی (1928–2006):**

جدید پنجابی شاعری کے بانی، جنہوں نے انسان کی داخلی تنہائی اور

معاشرتی بے چینی کو موضوع بنایا۔

"کجھ شہر دے لوک وی ظالم سن، کجھ سانوں مرن دا شوق وی سی۔"

3. **شفقت تنویر مرزا، امجد اسلام امجد، بابا نجمی، اور شوکت علی جاوید:**

ان سب نے پنجابی زبان میں جدید رنگ، فکر اور اسلوب شامل کیا۔

چھٹا دور: نسائی اور عالمی شعور کا دور (اکیسویں صدی)

اکیسویں صدی میں پنجابی شاعری نے عورت کے تجربات، آزادی، شناخت، اور عالمی مسائل کو بھی جگہ دی۔

عورت شاعرات جیسے **عاصمہ ناز، پروین ملک، نسرین انجم بھٹی، اور عارفہ شہزاد** نے پنجابی شاعری میں ایک نیا زاویہ متعارف کروایا۔

موضوعات:

- عورت کی خودمختاری۔
- سماجی انصاف اور مساوات۔
- امن، رواداری اور ماحولیاتی شعور۔

پنجابی شاعری اب بین الاقوامی سطح پر بھی مقبول ہے، اور بیرونِ ملک پنجابی شعرا پنجابی زبان کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کر رہے ہیں۔

نتیجہ

پنجابی شاعری کی تاریخ دراصل **پنجاب کی روحانی، فکری اور ثقافتی تاریخ** ہے۔ یہ شاعری بابا فرید کے زہد سے شروع ہو کر بلھے شاہ کے عشق تک، وارث شاہ کے رومان سے گزرتی ہوئی منیر نیازی کی جدید حسیت تک پہنچتی

ہے۔ اس کا ہر دور انسانی جذبات، محبت، امن، اور سچائی کا ترجمان رہا ہے۔ پنجابی شاعری آج بھی زندہ ہے کیونکہ یہ زبانِ دل ہے، عوام کی آواز ہے، اور محبت کا پیام ہے۔

> “پنجابی شاعری صرف لفظوں کی ترتیب نہیں، بلکہ صدیوں کی تہذیبی دھڑکن ہے جو آج بھی اسی شدت سے دھڑک رہی ہے۔”

سوال نمبر 2: پنجابی زبان کے معروف شاعر وارث شاہ کی شعری خصوصیات کا جائزہ لیں۔

وارث شاہ کا تعارف

پنجابی زبان و ادب کی تاریخ میں **وارث شاہ** کا نام سنہری حروف میں لکھا جاتا ہے۔ وہ صرف ایک شاعر نہیں بلکہ پنجابی تہذیب، روحانیت، اور انسانی نفسیات کے سب سے بڑے ترجمان مانے جاتے ہیں۔

وارث شاہ کا اصل نام **سید وارث شاہ** تھا۔ وہ ***1732ء*** میں **شیخوپورہ کے نواحی گاؤں جھنگ باؤلی** میں پیدا ہوئے۔ ان کا تعلق سید گھرانے سے تھا اور انہوں نے ابتدائی تعلیم دینی مدارس میں حاصل کی۔ ان کی علمی اور روحانی تربیت نے ان کی شاعری میں معرفت، محبت، اخلاق اور انسانیت کی روشنی بھری۔

وارث شاہ کی شہرت ان کے لازوال شاہکار **"ہیر رانجھا"** سے ہے، جو نہ صرف پنجابی ادب بلکہ جنوبی ایشیا کی ادبی روایت میں ایک کلاسک حیثیت رکھتا ہے۔ اس داستان نے انہیں **پنجابی زبان کا شیکسپیئر** بنا دیا۔

وارث شاہ کی شاعری کا تاریخی پس منظر

وارث شاہ کا زمانہ سیاسی اور سماجی لحاظ سے انتشار کا دور تھا۔ مغلیہ سلطنت زوال پذیر تھی، پنجاب میں سکھ طاقت ابھر رہی تھی، اور عوام میں ناانصافی، طبقاتی تقسیم اور روحانی بےچینی پھیلی ہوئی تھی۔

اس ماحول میں وارث شاہ نے **ہیر رانجھا** کے ذریعے نہ صرف محبت کی داستان بیان کی بلکہ معاشرتی تضادات، اخلاقی اقدار، اور انسانی فطرت کی گہرائیوں کو بھی بے نقاب کیا۔ ان کی شاعری نے عوامی زبان کو ادبی بلندی عطا کی۔

وارث شاہ کی شاعری کی نمایاں خصوصیات

1. **داستانی اور رومانوی شاعری کا کمال**

وارث شاہ کی شاعری بنیادی طور پر **عشق و محبت** کے گرد گھومتی ہے۔ انہوں نے ہیر رانجھا جیسی لوک داستان کو اتنی فنی مہارت، جذباتی گہرائی،

اور حقیقت پسندی کے ساتھ پیش کیا کہ یہ صرف ایک داستانِ محبت نہیں رہی بلکہ **انسانی زندگی کا استعارہ** بن گئی۔

ان کے ہاں عشق محض جذباتی وابستگی نہیں بلکہ ایک **روحانی تجربہ** ہے جو انسان کو خدا تک پہنچنے کا ذریعہ بناتا ہے۔

نمونۂ خیال:

"ہیر دا عشق نہ سی رانجھے دا، ایہہ تے رب دا راز سی۔"

یہ شعر ظاہر کرتا ہے کہ وارث شاہ کے نزدیک عشق ایک الٰہی تجربہ ہے، جو انسان کو اس کی اصل پہچان سے روشناس کراتا ہے۔

---

2. پنجابی زبان کا معیاری اور ادبی استعمال

وارث شاہ نے پنجابی زبان کو نہ صرف ادبی شان دی بلکہ اسے **احساس اور فکری اظہار کی طاقتور زبان** بنا دیا۔

انہوں نے دیہی پنجابی بولی میں اتنی فصاحت اور بلاغت پیدا کی کہ وہ علمی اور ادبی زبان بن گئی۔

ان کی شاعری میں پنجابی زبان کی تمام لہجوں، محاوروں، تشبیہوں اور استعاروں کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔

ان کے الفاظ عوام کے دل سے نکلے ہوئے لگتے ہیں، جو سیدھے قاری کے دل میں اتر جاتے ہیں۔

مثال:

"جے توں عشق کرے ہیر دے نال، تاں رب نال یاری ہو جاندی اے۔"

---

3. حقیقت پسندی اور معاشرتی شعور

وارث شاہ کی شاعری محض رومانوی نہیں بلکہ **گہری سماجی بصیرت** رکھتی ہے۔

انہوں نے اپنے عہد کے سماجی تضادات، طبقاتی ناانصافی، مذہبی ریاکاری، اور اخلاقی زوال کو بے نقاب کیا۔

ان کے کردار معاشرتی حقائق کی علامت ہیں:

- **ہیر** عورت کی خودداری، قربانی اور سچائی کی نمائندہ ہے۔

- **رانجھا** عشق، وفاداری اور روحانی تلاش کی علامت ہے۔

- **قیدو** حسد، خودغرضی اور انسانی کمزوری کا استعارہ ہے۔

ان کے کرداروں کے ذریعے وہ معاشرے کے اخلاقی مسائل پر روشنی ڈالتے ہیں۔

مثال:

"ایہہ دنیا ظالماں دی بستی، جتھے سچ دی قدر کوئی نئیں۔"

---

4. صوفیانہ فکر اور روحانیت

اگرچہ ہیر رانجھا ایک رومانوی داستان ہے، لیکن اس کے اندر صوفیانہ معانی اور روحانی گہرائیاں پوشیدہ ہیں۔

وارث شاہ کے نزدیک **عشق انسان کو خدا تک پہنچنے کا ذریعہ** ہے۔

ان کے ہاں عشق مجازی دراصل عشق حقیقی کی تمہید ہے۔

انہوں نے تصوف کے بنیادی تصورات جیسے **فنا فی اللہ، عشقِ حقیقی، قربِ الٰہی** اور **خود شناسی** کو شاعری کے ذریعے بیان کیا۔

نمونۂ خیال:

"عشق اوہ آگ اے جیہڑی رب دے دل وچوں لگدی اے،

جیہڑا جل کے سچ ہووے، اوہی عاشق ہوندا اے۔"

یہ اشعار ظاہر کرتے ہیں کہ وارث شاہ کے نزدیک عشق کی راہ میں قربانی، صداقت اور روحانی تطہیر ضروری ہے۔

---

5. اخلاقی اور تعلیمی پیغام

وارث شاہ کی شاعری میں اخلاقی تعلیمات کا گہرا رنگ پایا جاتا ہے۔

وہ انسان کو **سچائی، انصاف، محبت، ایثار اور خدا خوفی** کی تعلیم دیتے ہیں۔

انہوں نے ظالم، ریاکار اور خود غرض انسانوں کو تنقید کا نشانہ بنایا۔

ان کی شاعری میں عورت کی عظمت، والدین کی عزت، اور انسانی رشتوں کی حرمت نمایاں ہے۔

مثال:

"لوکاں دا دل جتن والا بندہ، رب دے دل وچ وسدا اے۔"

---

6. علامتی اور تمثیلی اندازِ بیان

وارث شاہ کی شاعری علامتوں اور تمثیلوں سے بھری ہوئی ہے۔

ہیر اور رانجھا کے کردار محض دو انسان نہیں بلکہ **روح اور خالق** کے درمیان تعلق کی علامت ہیں۔

انہوں نے عشق کو انسانی تجربے کی سب سے بڑی حقیقت کے طور پر پیش کیا۔

ان کے ہاں دنیا ایک امتحان گاہ ہے، اور انسان کا سفر عشق کے ذریعے اپنے خالق تک پہنچنے کا سفر ہے۔

تمثیلی مفہوم:

- ہیر ← انسان کی روح
- رانجھا ← خالق
- کھیڑا ← دنیا
- قیدو ← شیطان / نفس

---

7. شعری اسلوب اور فنی کمال

وارث شاہ کی شاعری فنی اعتبار سے بھی اعلیٰ درجے کی ہے۔

انہوں نے **بحر، قافیہ، ردیف، تشبیہ، استعارہ، اور محاورے** کا استعمال بڑی مہارت سے کیا۔

ان کی شاعری میں **موسیقیت، روانی، اور معنوی گہرائی** پائی جاتی ہے۔

ان کا اندازِ بیان سادہ مگر دلکش ہے۔ وہ عوامی زبان میں فلسفیانہ بات کہنے کا ہنر جانتے تھے۔

ان کے اشعار گیت، دوہا، قوالی، اور لوک موسیقی میں آج بھی زندہ ہیں۔

مثال:

"جے عشق نوں حاصل کرنا اے، تاں نفس نوں مارنا پینا اے۔"

---

8. پنجابی تہذیب اور لوک روایات کی عکاسی

وارث شاہ کی شاعری میں پنجاب کی **زمین، فضا، رسم و رواج، محاورے، کھانے، لباس، اور دیہی زندگی** کی مکمل جھلک ملتی ہے۔

انہوں نے پنجابی ثقافت کو اپنی شاعری میں اس خوبصورتی سے سمویا کہ ان کا کلام پنجابی معاشرت کا آئینہ بن گیا۔

مثال:

"چن، دریا، کھیت، تے چکاں دی بوٹی، ایہہ پنجاب دی خوشبو اے۔"

---

9. عورت کا بلند مقام

وارث شاہ نے عورت کو صرف عشق کا استعارہ نہیں بنایا بلکہ اس کی قربانی، وفاداری اور خودداری کو بلند مقام دیا۔

ہیر کا کردار عورت کی ذہانت، قوتِ ارادی، اور انسانی عظمت کی علامت ہے۔

انہوں نے عورت کو معاشرتی سطح پر مظلوم دکھانے کے ساتھ ساتھ اسے **مزاحمت اور سچائی** کی علامت بھی بنایا۔

---

10. انسانی مساوات اور عالمی محبت کا پیغام

وارث شاہ نے اپنی شاعری میں **انسان دوستی، مساوات، اور عدل** کا پیغام دیا۔

ان کے نزدیک انسان کی پہچان اس کا اخلاق اور محبت ہے، نہ کہ اس کا مذہب، ذات یا طبقہ۔

ان کا کلام تمام انسانوں کو ایک ہی رشتے میں باندھنے کی کوشش کرتا ہے **— محبت کے رشتے میں۔**

مثال:

"سبھ بندے اک رب دے پتر، کوئی وڈا تے کوئی چھوٹا نئیں۔"

نتیجہ

وارث شاہ پنجابی ادب کے وہ درخشاں ستارے ہیں جنہوں نے زبان، فکر، اور تہذیب کو نئی روح بخشی۔

ان کی شاعری عشق و محبت کی لازوال داستان ہونے کے ساتھ ساتھ ایک **فلسفیانہ، سماجی اور روحانی منشور** بھی ہے۔

ان کے کلام میں جہاں دیہی پنجاب کی خوشبو ہے، وہیں انسانی دل کی دھڑکن بھی سنائی دیتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ وارث شاہ نے پنجابی شاعری کو صرف الفاظ کا فن نہیں بلکہ انسانیت، محبت اور حقانیت کا درس بنا دیا۔

"وارث شاہ دی ہیر، عشق دا قرآن اے،

جتھے ہر لفظ، دعا بن کے چمکدا اے۔"

سوال -1-

پنجابی شاعری کے مختلف ادوار پر سیر حاصل نوٹ تحریر کیجیے۔

سوال 2

پنجابی زبان کے معروف شاعر وارث شاہ کی شعری خصوصیات کا جائزہ لیں ۔

سوال 3

پشتو سامی زبان ہے یا آریائی ؟ بحث کیجیے۔

سوال 4

تحریک روشانیہ کے اہم شعرا کا تعارف کرائیے۔

سوال 5 سندھی زبان کی تشکیل میں مختلف زبانوں کے کردار کی وضاحت کیجیے۔

پشتو زبان کے لسانی ماخذ اور اس کے تاریخی پس منظر پر تحقیق کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ پشتو ایک **آریائی زبان** ہے، نہ کہ سامی۔ اس کی ساخت، الفاظ، قواعد، صوتی نظام اور تاریخی ارتقاء کے مختلف شواہد اس بات کی بھرپور تائید کرتے ہیں کہ پشتو **ہند آریائی زبانوں کے شمال مغربی شاخ سے تعلق رکھتی ہے**، جو انڈو یورپین زبانوں کا ایک اہم حصہ ہے۔ ذیل میں ہم اس موضوع کو تفصیل سے سمجھنے کی کوشش کریں گے کہ کیوں پشتو کو آریائی زبان قرار دیا جاتا ہے اور سامی زبانوں سے اس کے بنیادی فرق کیا ہیں۔

پشتو زبان کا تاریخی و لسانی پس منظر

پشتو زبان کا تعلق انڈو یورپین زبانوں کے **ایرانی گروہ** سے ہے، جس میں فارسی، بلوچی، کرد، دری، اور اوسیٹک جیسی زبانیں بھی شامل ہیں۔ یہ زبانیں تقریباً *4000* سال قبل وسطی ایشیا اور ایران کے خطوں میں بولی جانے والی قدیم آریائی زبانوں سے نکلی ہیں۔

پشتو کا آغاز تقریباً **قبل مسیح کے ابتدائی صدیوں** میں ہوا اور رفتہ رفتہ افغانستان، خیبر پختونخوا، بلوچستان اور شمالی پاکستان کے علاقوں میں اس کے بولنے والے پھیل گئے۔ آریائی اقوام جب برصغیر کی طرف آئیں تو ان کی زبانیں مختلف شکلوں میں تقسیم ہوئیں، جن میں سے ایک شاخ **ایرانی آریائی زبانوں** کی تھی — اور پشتو اسی شاخ سے تعلق رکھتی ہے۔

پشتو کے آریائی ہونے کے لسانی دلائل

1. لفظیات *(Vocabulary)* کا تجزیہ:

پشتو کے زیادہ تر الفاظ فارسی، اوستا، اور دیگر ایرانی زبانوں سے مشابہت رکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر:

- پشتو: *"زوے" (بیٹا)*

- فارسی: *"زو" یا "زادہ"*

- اوستائی: *"زو"*

ان میں واضح طور پر ایک ہی آریائی جڑ موجود ہے۔

2. نحوی ڈھانچہ *(Grammatical Structure)*:

پشتو میں فعل کے تصریف *(verb conjugation)* اور اسم کے حالتِ اضافت کے اصول فارسی اور دیگر ایرانی زبانوں جیسے ہیں، جبکہ سامی زبانوں *(عربی، عبرانی، سریانی وغیرہ)* کا نحوی ڈھانچہ بالکل مختلف ہے۔

3. صوتی نظام *(Phonetic System)*:

پشتو میں کچھ مخصوص آوازیں *(جیسے "ځ"، "ښ"، "ډ"، "ړ")* پائی جاتی ہیں جو ایرانی زبانوں کی صوتی تاریخ سے وابستہ ہیں۔ سامی

زبانوں میں ان جیسی آوازیں نہیں ملتیں۔

4. **لسانی جڑیں *(Roots):***

آریائی زبانوں میں الفاظ زیادہ تر ***Proto-Indo-European*** جڑوں سے بنتے ہیں، جبکہ سامی زبانوں میں ***Semitic triliteral roots*** *(تین حرفی جڑوں)* کا نظام پایا جاتا ہے۔ پشتو میں الفاظ کی ساخت آریائی طرز کی ہے، نہ کہ سامی۔

5. **تحقیقی رائے:**

لسانیات کے عالمی ماہرین جیسے **جارج گریسن**، **میکس مولر**، **اور گیلڈنر** نے پشتو کو ایرانی زبانوں کی جنوبی شاخ سے قرار دیا ہے۔ *"*ایرانین لینگویجز*"* کے مصنف **براون** کے مطابق، پشتو کی *60* فیصد ساختی خصوصیات اوستائی فارسی سے مشابہ ہیں۔

سامی زبانوں کا تعارف اور فرق

سامی زبانیں *(Semitic Languages)* مشرق وسطیٰ میں بولی جانے والی قدیم زبانوں کا خاندان ہیں، جن میں عربی، عبرانی، آرامی، سریانی، اور حبشی شامل ہیں۔ ان زبانوں کی بنیاد **تین حرفی جڑوں *(triliteral roots)*** پر ہوتی ہے، مثلاً عربی میں "ک-ت-ب" سے "کتب، کتاب، مکتب، مکتوب" وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔

پشتو میں ایسا نظام نہیں ہے۔ اس کے برعکس پشتو میں الفاظ **جڑ اور لاحقہ *(root + suffix)*** کے امتزاج سے بنتے ہیں، جو آریائی زبانوں کا خاصہ ہے۔

مزید برآں، سامی زبانوں کا ماخذ **عرب اور فلسطین کے خطوں** میں ہے، جبکہ آریائی زبانوں کا ماخذ **وسطی ایشیا اور ایران کے مشرقی علاقے** ہیں۔

پشتو اور فارسی کا تعلق

پشتو اور فارسی کے درمیان گہرا تاریخی اور لسانی رشتہ ہے۔

- دونوں کا رسم الخط فارسی–عربی ہے۔

- دونوں میں ایک جیسی صوتیات، نحو، اور الفاظ کے ذخیرے پائے جاتے ہیں۔

- فارسی میں پائے جانے والے کئی الفاظ جیسے "محبت"، "زمانہ"، "دل"، "دوست"، "زندگی" پشتو میں بھی موجود ہیں۔

یہ رشتہ سامی زبانوں سے نہیں بلکہ آریائی خاندان کے اندرونی تعلقات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

پشتو کے ارتقاء کے ادوار

1. قدیم دور:

پشتو کا آغاز ممکنہ طور پر قدیم ایرانی زبانوں سے ہوا، جیسے اوستائی

اور سکائی زبانیں۔

2. اسلامی عہد:

اسلام کے بعد پشتو میں عربی الفاظ کا اثر بڑھا، لیکن ساختی لحاظ سے یہ زبان آریائی ہی رہی۔

3. صوفی اور ادبی دور:

خوشحال خان خٹک، رحمان بابا، اور حمید بابا جیسے شعرا نے پشتو ادب کو ترقی دی۔ اس دور میں بھی پشتو نے ایرانی روایت کو برقرار رکھا۔

آریائی زبانوں اور پشتو کی مماثلتوں کی مثالیں

زبان	لفظ برائے "بیٹا"	لفظ برائے "پانی"	لفظ برائے "زمین"
پشتو	زوے	اوبه	ځمکه
فارس ی	زاده	آب	زمین
اوستا ئی	زو	آپا	زمی
سنس کرت	سُت	آپ	بھومی

یہ مماثلتیں پشتو کے آریائی ہونے کا واضح ثبوت ہیں۔

نتیجہ

تمام لسانی، تاریخی، اور ساختی دلائل سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ **پشتو ایک آریائی زبان ہے**، نہ کہ سامی۔

اس کا تعلق انڈو یورپین زبانوں کے **ایرانی گروہ** سے ہے، جبکہ سامی زبانوں سے اس کا کوئی براہِ راست تعلق نہیں۔

اگرچہ پشتو میں عربی الفاظ کثرت سے پائے جاتے ہیں، مگر یہ اسلام کے بعد کے اثرات ہیں، نہ کہ اس کے نسلی لسانی جڑوں کا حصہ۔

اس لیے یہ کہنا درست ہوگا کہ پشتو زبان **اپنی ساخت، جڑوں، صوتیات، اور قواعد** کے اعتبار سے خالص آریائی زبان ہے، جو ایرانی شاخ سے تعلق رکھتی ہے، اور سامی زبانوں سے صرف مذہبی و ثقافتی اثرات کے تحت الفاظ مستعار لیے گئے ہیں۔

سوال نمبر *4:* تحریکِ روشانیہ کے اہم شعرا کا تعارف کرائیے۔

تحریکِ روشانیہ پشتو ادب، تاریخ اور مذہب کے لحاظ سے ایک نہایت اہم تحریک تھی جس نے نہ صرف فکری و روحانی بیداری پیدا کی بلکہ پشتون معاشرے کو ایک نئے زاویۂ نظر سے روشناس کرایا۔ اس تحریک کا بانی **پیر روشن *(بایزید انصاری)*** تھا جو ایک عالم، صوفی، مفکر اور اصلاح پسند رہنما تھے۔ تحریکِ روشانیہ کا مقصد انسان کو جہالت، اندھیروں اور غلامی سے نکال کر علم، روشنی اور خودی کی طرف لانا تھا۔ اس تحریک نے پشتو زبان اور شاعری میں ایک نیا فکری انقلاب برپا کیا جس نے بعد میں آنے والے شعرا، فلسفیوں اور صوفیاء پر گہرا اثر ڈالا۔

اس تحریک کے زیرِ اثر کئی عظیم شعرا پیدا ہوئے جنہوں نے علم، انصاف، مساوات، انسانیت اور روحانیت کے پیغام کو اپنے اشعار کے ذریعے عوام تک پہنچایا۔ ان شعرا نے نہ صرف پشتو شاعری کو وسعت دی بلکہ فکری لحاظ سے پشتون معاشرے کو بیدار کیا۔ ذیل میں تحریکِ روشانیہ کے اہم شعرا کا تفصیلی تعارف، ان کی خدمات اور ان کے نظریات پیش کیے جا رہے ہیں۔

***1.* پیر روشن (بایزید انصاری)**

پیر روشن، جن کا اصل نام **بایزید انصاری** تھا، *1526*ء میں وزیرستان کے علاقے جلال خیل میں پیدا ہوئے۔ وہ ایک علم دوست، صوفی اور انقلابی مفکر تھے جنہوں نے ***"تحریکِ روشانیہ"*** کی بنیاد رکھی۔ ان کا مقصد معاشرے میں علم، فہم، روحانیت اور مساوات کو فروغ دینا تھا۔

پیر روشن نے پشتو زبان میں پہلی نثر ***"خیرالبیان"*** لکھی جو ایک علمی، دینی، فلسفی اور روحانی تصنیف ہے۔ یہ کتاب پشتو ادب کی پہلی معیاری نثر مانی جاتی ہے جس میں انہوں نے انسان کی تخلیق، روحانیت، معرفت اور حق کی تلاش جیسے موضوعات کو بیان کیا۔

فلسفۂ پیر روشن:

- انسان کی نجات علم اور معرفت میں ہے۔
- ہر انسان خدا کی تخلیق ہے، اس لیے سب برابر ہیں۔

- جہالت اندھیرا ہے اور علم روشنی۔

- انسان کو اپنی ذات کے اندر جھانکنا چاہیے تاکہ وہ خدا کو پہچان سکے۔

شاعری کی خصوصیات:

- تصوف اور عرفانِ الٰہی کی عکاسی

- ظلم، ناانصافی اور جبر کے خلاف آواز

- علم اور روشنی کے فروغ کی دعوت

- سادہ مگر اثر انگیز زبان

پیر روشن نے اپنے کلام میں یہ پیغام دیا کہ انسان اگر اپنی ذات کو پہچان لے تو وہ اپنے رب کو پہچان سکتا ہے۔ ان کے اشعار میں نور، حق، علم اور آزادی کے استعارے بار بار آتے ہیں۔

---

2. میرزا خان انصاری

میرزا خان انصاری پیر روشن کے قریبی ساتھی، شاگرد اور پیروکار تھے۔ وہ تحریکِ روشانیہ کے نمایاں شعرا میں سے ایک ہیں۔ ان کا تعلق خاندانی لحاظ سے ایک معزز گھرانے سے تھا اور وہ فکری و روحانی لحاظ سے پیر روشن کے نظریات کے مکمل حامی تھے۔

ان کے کلام کے نمایاں موضوعات:

- عشقِ حقیقی اور معرفتِ الٰہی
- انسان کی روحانی پاکیزگی

- اخلاقی اصلاح اور انسانی مساوات

- ظلم و جبر کے خلاف جدوجہد

میرزا خان انصاری کے اشعار میں روحانی گہرائی کے ساتھ ساتھ ایک عوامی رنگ بھی پایا جاتا ہے۔ وہ پیر روشن کے فلسفۂ روشنی کو عوام تک پہنچانے کے لیے شعر کو ذریعہ بناتے تھے۔

مثال:

ان کے کلام میں نور و ظلمت کی کشمکش نمایاں ہے۔ وہ انسان کو نصیحت کرتے ہیں کہ جہالت کے اندھیروں سے نکل کر علم کی روشنی میں زندگی بسر کرو۔

---

3. ناصر انصاری

ناصر انصاری بھی پیر روشن کے قریبی مرید اور فکری طور پر ان کے نظریات کے حامل تھے۔ ان کے کلام میں **روحانی عشق، ایمان، اخلاقیات، اور انسانی برابری** کے عناصر نمایاں ہیں۔ وہ اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ علم اور سچائی ہی انسان کو خدا کے قریب کر سکتی ہے۔

شاعری کی خصوصیات:

- تصوف اور عرفان کی عکاسی
- عشقِ حقیقی اور انسانی وحدت
- اخلاقی تربیت اور روحانی اصلاح
- عام فہم مگر دل میں اتر جانے والی زبان

ناصر انصاری نے اپنی شاعری کے ذریعے پیر روشن کے نظریات کو عوام میں پھیلایا۔ وہ اس بات پر زور دیتے تھے کہ انسان کی اصل پہچان اس کا اخلاق اور علم ہے، نہ کہ اس کا قبیلہ یا ذات۔

***4.* سید علی ترمذی (پیر بابا)**

پیر بابا کا شمار ان شخصیات میں ہوتا ہے جنہوں نے پشتون معاشرے میں روحانی بیداری پیدا کی۔ اگرچہ وہ براہِ راست تحریکِ روشانیہ سے منسلک نہیں تھے، لیکن ان کی تعلیمات نے اس تحریک کو فکری بنیاد فراہم کی۔

پیر بابا نے پشتون علاقوں میں اسلام کی روحانی اقدار کو عام کیا اور لوگوں کو انسانیت، اخلاق، اور عبادت کی اصل روح سمجھائی۔ ان کے کلام میں **ایمان، محبت، تقویٰ، اور اصلاحِ نفس** کے پیغام نمایاں ہیں۔

ان کے نظریات:

- خدا سے قربت علم اور عبادت کے ذریعے حاصل کی جا سکتی ہے۔

- انسان کو اپنی روح کی تطہیر کرنی چاہیے۔

- ظلم و جبر کے نظام کو علم اور ایمان کے ذریعے توڑا جا سکتا ہے۔

پیر بابا نے عوام میں ایک نئی روح پھونکی جس نے بعد میں پیر روشن کے افکار کو قبول کرنے کے لیے فضا ہموار کی۔

---

5. عبدالقادر خان خٹک

عبدالقادر خان خٹک، مشہور شاعر خوشحال خان خٹک کے فرزند تھے۔ اگرچہ وہ تحریکِ روشانیہ کے دور کے بعد پیدا ہوئے، لیکن ان کی شاعری پر اس تحریک کے فکری اثرات نمایاں ہیں۔

ان کی شاعری کی خصوصیات:

- فکری اور اخلاقی مضامین

- انسانیت، علم اور عقل کی ترجیح

- تصوف اور روحانیت سے قربت

- زبان کی سادگی اور فصاحت

عبدالقادر خان خٹک نے پیر روشن کے فلسفۂ علم و روشنی کو نئے انداز میں پیش کیا۔ وہ اس بات پر زور دیتے تھے کہ علم ہی انسان کو اشرف المخلوقات بناتا ہے۔

---

6. پیر جلال الدین خٹک

پیر جلال الدین خٹک بھی روشانی تحریک کے اثرات سے متاثر شاعر تھے۔ ان کے کلام میں عشقِ رسول ﷺ، ایمان، اخلاقیات، اور روحانی سچائیوں کے مضامین نمایاں ہیں۔ انہوں نے تصوف کے پہلو کو شاعری میں بڑی مہارت سے پیش کیا۔

شاعری کی نمایاں خصوصیات:

- عشقِ حقیقی کی تشریح
- اخلاقی اصلاح
- انسانی برابری کا تصور
- زبان میں لطافت اور سادگی

تحریکِ روشانیہ کی شاعری کے نمایاں موضوعات اور خصوصیات

نمایاں پہلو	وضاحت
روحانیت	پیر روشن اور ان کے پیروکاروں نے معرفتِ الٰہی، ایمان، اور روحانی تطہیر پر زور دیا۔

علم و روشنی	جہالت کے خلاف علم کو روشنی اور نجات کا ذریعہ قرار دیا گیا۔
انسانی مساوات	قوم، ذات، اور قبیلہ کے امتیازات کو رد کیا گیا۔
عدل و انصاف	ظلم، جبر، اور استحصال کے خلاف آواز بلند کی گئی۔
عوامی زبان	اشعار میں سادہ اور عام فہم زبان استعمال کی گئی تاکہ پیغام عام لوگوں تک پہنچ سکے۔
تصوف اور عقل کا امتزاج	شاعری میں عقل اور وجدان کے درمیان ایک خوبصورت توازن قائم کیا گیا۔

تحریکِ روشانیہ کا ادبی و فکری اثر

تحریکِ روشانیہ نے پشتو ادب میں ایک فکری انقلاب برپا کیا۔

- اس نے پشتو زبان کو صرف عوامی زبان سے نکال کر ایک **علمی اور فلسفی زبان** بنا دیا۔

- شاعری میں **روحانیت، مساوات، خودی، علم اور روشنی** جیسے نئے تصورات کو متعارف کرایا۔

- عوام میں **خود اعتمادی، فکری بیداری، اور اخلاقی شعور** کو فروغ دیا۔

- بعد کے شعرا جیسے **رحمان بابا** اور **خوشحال خان خٹک** نے بھی روشانی تحریک کے اثرات اپنے کلام میں جذب کیے۔

یہ تحریک اس بات کی مظہر ہے کہ شاعری اور ادب قوموں کی فکری تعمیر میں کس قدر اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

نتیجہ

تحریکِ روشانیہ اور اس کے شعرا نے پشتو ادب میں علم، روشنی، تصوف، اور انسانیت کی بنیادوں پر ایک نئی فکری روایت قائم کی۔ پیر روشن اور ان

کے پیروکاروں کی شاعری نے پشتون معاشرے کو جہالت، تنگ نظری، اور قبائلی نظام کی جکڑ بندیوں سے آزاد ہونے کا درس دیا۔

یہ شعرا پشتو زبان کے وہ چراغ ہیں جنہوں نے اپنی فکر اور شاعری سے قوم کے دلوں میں روشنی پیدا کی۔ ان کا پیغام آج بھی زندہ ہے، جو علم، عقل، ایمان، اور روشنی کی علامت ہے۔ تحریکِ روشانیہ کے شعرا نے ثابت کیا کہ شاعری محض الفاظ کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک **انقلاب، اصلاح اور روشنی کا ذریعہ** ہے جو صدیوں تک اثر چھوڑ جاتا ہے۔

سوال نمبر 5: سندھی زبان کی تشکیل میں مختلف زبانوں کے کردار کی وضاحت کیجیے۔

سندھی زبان برصغیر کی قدیم ترین زبانوں میں سے ایک ہے جو اپنی گہرائی، وسعت، صوتی حسن اور ادبی شان کے باعث نمایاں مقام رکھتی ہے۔ اس زبان کا دامن مختلف تہذیبوں، اقوام، مذاہب اور زبانوں کے اثرات سے مالامال ہے۔ سندھی زبان کی تشکیل کسی ایک دور یا قوم کی مرہونِ منت نہیں بلکہ یہ ایک طویل تاریخی، ثقافتی اور لسانی ارتقاء کا نتیجہ ہے۔ وادیٔ سندھ کے ہزاروں سالہ تمدن، عرب تاجروں کی آمد، ایرانی و ترکی اثرات، اور برصغیر کی دیگر زبانوں کے میل جول نے مل کر سندھی زبان کو ایک منفرد اور جامع لسانی حیثیت عطا کی۔

سندھی زبان کا ارتقائی سفر مختلف ادوار سے گزرا، جن میں مختلف زبانوں نے اپنی چھاپ چھوڑی۔ ذیل میں ان زبانوں کے کردار کو تفصیل سے بیان کیا جا رہا ہے جنہوں نے سندھی زبان کی تشکیل اور ترقی میں بنیادی کردار ادا کیا۔

---

1. دراوڑی زبانوں کا اثر

سندھی زبان کی قدامت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کی جڑیں **دراوڑی زبانوں** تک پہنچتی ہیں جو وادئ سندھ کی قدیم تہذیب کی زبانیں سمجھی جاتی ہیں۔ تقریباً *3000* ق م میں وادئ سندھ کی تہذیب اپنے عروج پر تھی اور اس دور کی زبان میں کچھ ایسے الفاظ موجود تھے جو آج بھی سندھی میں محفوظ ہیں۔

اثرات:

- زراعت، گھریلو سامان، جانوروں اور زمین سے متعلق کئی الفاظ سندھی میں دراوڑی زبانوں سے آئے۔

- سندھی کے ابتدائی صوتی نظام میں بھی دراوڑی زبانوں کی جھلک نظر آتی ہے، جیسے حروف کی نرمی اور صوتی ترتیب۔

- "میہن" (پانی)، "متھ" (منہ)، "مٹی" (زمین) جیسے الفاظ دراوڑی جڑوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

یوں کہا جا سکتا ہے کہ دراوڑی زبانوں نے سندھی کے بنیادی لسانی ڈھانچے کو جنم دیا اور یہ سندھی زبان کی پیدائش کا پہلا تاریخی مرحلہ تھا۔

---

2. سنسکرت کا اثر

سندھی زبان کی تشکیل میں **سنسکرت** نے نہایت گہرا اثر ڈالا۔ ہندو مت کے پھیلاؤ کے زمانے میں سنسکرت علمی، مذہبی اور ادبی زبان تھی۔ اس دور میں وادیٔ سندھ بھی سنسکرتی اثرات سے متاثر ہوئی۔

اثرات:

- سندھی زبان میں سنسکرت کے بے شمار الفاظ شامل ہوئے جیسے:

  "گرو"، "دھیان"، "پرماتما"، "کرما" وغیرہ۔

- مذہبی رسومات، رواج، اور روحانی تصورات سے متعلق الفاظ سنسکرت سے آئے۔

- سندھی کی صرفیات *(Morphology)* اور نحوی ساخت *(Syntax)* پر بھی سنسکرت کے اثرات نمایاں ہیں۔

سنسکرت کے اثرات کی وجہ سے سندھی زبان میں **ادبی گہرائی** پیدا ہوئی اور یہ ایک علمی و مذہبی زبان کے طور پر سامنے آئی۔

---

3. پالی اور پراکرت زبانوں کا اثر

سنسکرت کے بعد **پالی** اور **پراکرت** زبانیں برصغیر میں عام بول چال کی زبانیں بن گئیں۔ یہ بدھ مت کی تبلیغ کے دور میں رائج ہوئیں اور سندھ بھی ان کے اثر سے بچ نہ سکا۔

اثرات:

- پالی اور پراکرت نے سندھی زبان کو نرم لہجہ اور سادہ الفاظ عطا کیے۔

- سندھی کے روزمرہ کے الفاظ جیسے "کپڑو" (کپڑا)، "کھیچو" (کھینچنا)، "چاکھو" (چاقو) پراکرت سے ماخوذ ہیں۔

- صوتی تبدیلیوں (Sound shifts) میں بھی پراکرتی اثرات نمایاں ہیں۔

پراکرت نے سندھی کو عوامی بول چال کی زبان بنانے میں مدد دی، جس سے یہ عام لوگوں میں زیادہ مقبول ہوئی۔

---

4. فارسی زبان کا اثر

سندھی زبان پر **فارسی** کا اثر سب سے گہرا اور دیرپا رہا۔ یہ اثر خاص طور پر اس وقت بڑھا جب 8ویں صدی عیسوی میں مسلمان فاتحین سندھ آئے اور بعد میں مغل دور میں فارسی سرکاری اور ادبی زبان قرار پائی۔

اثرات:

- سندھی میں ہزاروں فارسی الفاظ داخل ہوئے جیسے: "دنیا"، "خوشی"، "غم"، "دوست"، "محبت"، "علم"، "حکومت"۔
- فارسی نے سندھی ادب میں شعریت، نرمی اور نثر کی روانی پیدا کی۔
- فارسی ترکیب سازی، محاوروں، اور اصطلاحات نے سندھی ادب کو وسعت بخشی۔
- فارسی رسم الخط سے متاثر ہو کر سندھی نے **عربی-فارسی حروفِ تہجی** اختیار کیے جو آج بھی رائج ہیں۔

فارسی اثر کے نتیجے میں سندھی زبان نے اسلامی اور صوفی ادبی روایتوں کو جذب کیا اور اپنے ادبی خزانوں میں گہرائی پیدا کی۔

---

5. عربی زبان کا اثر

عربوں کی سندھ میں آمد *(711ء* میں محمد بن قاسم کی قیادت میں*)* نے سندھی زبان کو مذہبی اور روحانی رنگ عطا کیا۔ عرب تاجروں اور علما نے سندھ میں قرآن، حدیث، فقہ اور صوفی ادب کے ذریعے عربی اثرات پھیلائے۔

اثرات:

- مذہبی، اخلاقی اور روحانی الفاظ عربی سے آئے، جیسے: "ایمان"، "اسلام"، "نماز"، "روزہ"، "صدقہ"، "اخلاق"، "عدل"۔
- عربی نے سندھی نثر میں مذہبی ادب کی بنیاد رکھی۔
- سندھی صوفی شعرا جیسے شاہ عبداللطیف بھٹائی نے عربی الفاظ کو شعری حسن کے ساتھ استعمال کیا۔

- عربی رسم الخط کے امتزاج سے سندھی زبان نے ایک مضبوط تحریری شکل اختیار کی۔

یوں کہا جا سکتا ہے کہ عربی زبان نے سندھی کو **روحانی، دینی اور فکری** بنیاد فراہم کی اور اسے اسلامی تہذیب کے ساتھ جوڑ دیا۔

---

6. ترک اور مغل زبانوں کا اثر

مغل دور میں ترک اور فارسی زبانیں سرکاری طور پر استعمال ہوتی تھیں۔ سندھ چونکہ مغل سلطنت کا حصہ رہا، اس لیے ترک زبان کے الفاظ بھی سندھی میں داخل ہوئے۔

اثرات:

- فوج، سیاست اور دربار سے متعلق الفاظ ترک زبان سے آئے، جیسے: "سردار"، "بیگ"، "خان"، "سپاہی"۔

- مغل دربار میں استعمال ہونے والے الفاظ سندھی روزمرہ کا حصہ بن گئے۔

- ترکی اثر نے سندھی زبان کو ایک شائستہ اور درباری رنگ دیا۔

---

7. ہندی اور اردو زبان کا اثر

سندھ کا جغرافیائی اور ثقافتی تعلق ہمیشہ شمالی ہند سے رہا، اس لیے ہندی اور بعد ازاں اردو زبان نے بھی سندھی پر گہرے اثرات چھوڑے۔

اثرات:

- محبت، اخلاق، خاندان، اور روزمرہ زندگی سے متعلق بے شمار الفاظ اردو سے سندھی میں داخل ہوئے۔

- ہندی و اردو کے محاورات، اشعار اور اصطلاحات نے سندھی ادب کو وسعت دی۔

- آزادی کے بعد اردو سرکاری زبان قرار دی گئی جس سے دونوں زبانوں میں تبادلۂ الفاظ بڑھا۔

اردو اور سندھی کا تعلق دوستی، قربت اور تبادلے کا ہے۔ دونوں نے ایک دوسرے سے الفاظ اور اسالیب لیے اور ایک دوسرے کو تقویت دی۔

---

8. انگریزی زبان کا اثر

انگریزوں کے دورِ حکومت *(1843ء سے 1947ء تک)* میں انگریزی زبان سندھ میں داخل ہوئی اور جدید تعلیم، قانون، سیاست، اور تجارت کے ذریعے عام ہوئی۔

اثرات:

- انگریزی کے سیکڑوں الفاظ سندھی میں شامل ہوئے جیسے: "ٹیچر"، "اسکول"، "بس"، "آفس"، "سائنس"، "کالج"۔

- انگریزی اثر نے سندھی زبان میں **جدید علوم اور ٹیکنالوجی** سے متعلق اصطلاحات پیدا کیں۔

- تعلیمی نصاب، اخبارات، اور جدید ادب میں انگریزی اثر نمایاں ہے۔

انگریزی کے اثر سے سندھی زبان میں ترقی، وسعت اور جدیدیت کے عناصر پیدا ہوئے۔

---

9. پنجابی، بلوچی، اور سرائیکی زبانوں کا اثر

سندھ کی جغرافیائی حدود پنجاب اور بلوچستان سے ملتی ہیں، اس لیے یہ زبانیں بھی سندھی کے لسانی ارتقاء میں شامل رہیں۔

اثرات:

- مشترکہ الفاظ جیسے "پیار"، "بھائی"، "دوست"، "کھانا"، "پانی" تینوں زبانوں میں یکساں استعمال ہوتے ہیں۔

- عوامی گیت، ضرب الامثال، اور دیہی زبان میں پنجابی و سرائیکی اثر نمایاں ہے۔

- تجارتی اور ثقافتی میل جول نے زبانوں کے تبادلے کو مزید بڑھایا۔

***10.* سندھی زبان کی موجودہ صورت**

آج کی سندھی زبان ان تمام اثرات کا حسین امتزاج ہے۔ اس میں عربی و فارسی کی روحانیت، سنسکرت و پراکرت کی ادبی شان، دراوڑی زبانوں کی قدامت، اور انگریزی کی جدیدیت موجود ہے۔ یہی امتزاج سندھی زبان کو ایک **جامع، مضبوط، اور زندہ زبان** بناتا ہے۔

سندھی زبان کا صوتی نظام *(Phonetics)*، صرف و نحو *(Grammar)*، اور لغت *(Vocabulary)* مختلف زبانوں کے میل سے بنا ایک خوبصورت لسانی ورثہ ہے۔

نتیجہ

سندھی زبان کی تشکیل ایک تاریخی اور تہذیبی سفر ہے جس میں مختلف قوموں، مذاہب، اور زبانوں نے اپنا کردار ادا کیا۔ یہ زبان اس خطے کی **تہذیبی ہم آہنگی، لسانی برداشت، اور فکری وسعت** کی علامت ہے۔

اگر دراوڑی زبانوں نے اسے بنیاد دی، تو سنسکرت نے ادب بخشا، عربی نے روحانیت دی، فارسی نے نرمی اور شعریت عطا کی، اور انگریزی نے جدیدیت کا رنگ دیا۔ یہی سبب ہے کہ سندھی زبان آج بھی ایک مکمل، زندہ، اور ترقی یافتہ زبان کے طور پر برصغیر کے لسانی نقشے پر نمایاں ہے۔

سندھی زبان دراصل **وادیٔ سندھ کی تہذیبی روح** ہے، جو مختلف زبانوں کے میل سے پیدا ہونے والی **رواداری، علم، اور محبت** کی علامت ہے۔